❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت تربیت
وقت 5-7 منٹ

غلوّ سے اجتناب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَہۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ (المائدۃ:78)

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رُسوا ہوگا

(درثمین)

سامعین کرام! آج جس عنوان پر مجھے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی سعادت مل رہی ہے، وہ محض ایک اخلاقی یا فکری بحث نہیں، بلکہ انسانی تاریخ، ادیانِ عالَم، شریعتِ اسلامیہ اور ہمارے نفوس کی اصلاح کا ایک انتہائی بنیادی اور نازک نقطہ ہے۔ موضوعِ سخن ہے:"غلوّ سے اجتناب"

اگر ہم دینی تاریخ اور انسانی رویّوں کا گہرا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بنی نوعِ انسان کا اصل المیہ حق کو نہ پہچاننا اتنا نہیں رہا، جتنی بڑی تباہی حق کو پہچاننے کے بعد اس میں حدِّ سے تجاوز کر جانے یعنی غلوّ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

اللہ ربّ العزّت نے اسلام کی صورت میں بنی نوعِ انسان کو جو دینِ کامل عطا فرمایا ہے، اس کا طُرّۂ امتیاز اور جوہرِ اصلی اعتدال ہے۔ اسلام ایک ایسا فطری، سیدھا اور متوازن راستہ ہے جو انسان کے افکار، عقائد، عبادات اور اخلاقیات میں ہر قسم کے کٹرپن اور شدّت پسندی کو ردّ کرتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اس اُمّت کا شناختی نشان ہی "اُمّةً وسطاً" یعنی عدل اور میانہ روی پر قائم رہنے والی جماعت قرار دیا ہے۔ لیکن انسانی تاریخ کا یہ ایک المناک باب ہے کہ جب بھی انسان نے دین، عقیدت یا نیکی کے نام پر عقل، شریعت اور صراطِ مستقیم کی مقررہ حدود کو پھلانگنے کی کوشش کی، وہ ایک نہایت مہلک اور سُمّیاتی مرض کا شکار ہوا، جسے لسانِ عرب اور لغتِ قرآن میں "غلوّ" کہا جاتا ہے۔

عزیز ساتھیو! لغوی اعتبار سے "غَلَا یَغْلُوا غُلُوًّا" کے معنی ہیں کسی چیز میں اس کی اصل حدّ سے آگے نکل جانا، مبالغہ آرائی کرنا اور اس کی حقیقی قیمت وقدر سے تجاوز کر جانا۔ دینی اصطلاح میں غلوّ انسان کی اس نفسیاتی وروحانی انحراف کا نام ہے جہاں وہ نیکی، محبت، تعظیم یا کسی مذہبی فریضے کو بجالانے میں اعتدال کا دامن چھوڑ کر افراط کا شکار ہو جاتا ہے۔ غلُوّ بظاہر نیکی اور عقیدت کے سنہرے لباس میں جلوہ گر ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ انسان کے ایمان اور توحید کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے اس تصورِ غلوّ، اس کے اسباب، علامات اور تباہ کن نتائج کو ایسی آفاقی اور ابدی حکمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو فکری اور علمی بنیادیں فراہم کرتی ہے۔

اگر ہم قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات کا عمیق مطالعہ کریں تو غلوّ کی چار بنیادی صفات اور اس کے ہولناک نتائج ہمارے سامنے پوری طرح عیاں ہوتے ہیں۔ غلوّ کی پہلی اور بنیادی صفت یہ ہے کہ انسان حق کو چھوڑ کر حدّ سے آگے نکل جاتا ہے۔ انسان بظاہر دین یا محبت کے نام پر آگے بڑھ رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ الہامی تعلیمات اور اعتدال کے محور سے دُور جا پڑتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اہلِ کتاب کے کفر وضلالت میں مبتلا ہونے کا بنیادی سبب یہی قرار دیا کہ انہوں نے دین میں مبالغہ آرائی کی اور حق کی حدود کو قائم نہ رکھا۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَہۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ (المائدۃ:78)

کہ تُو کہہ دے اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں ناحق مبالغہ آمیزی سے کام نہ لو اور ایسی قوم کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے اور بھی بہتوں کو گمراہ کیا اور وہ متوازن راہ سے بھٹک گئے۔

سامعین محترم! اس الہامی نصّ پر غور کرنے سے یہ ابدی حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ غلوّ کی بنیادی جڑ انسان کے وہ جذباتی میلانات اور نفسانی خواہشات ہوتے ہیں جنہیں وہ غلطی سے دین یا سچائی کا چولا پہنا دیتا ہے۔ جب انسان حقِ محض کی پیروی کے بجائے ایسے روّیوں کی پیروی کرتا ہے جو سابقہ قوموں کے تعصّبات پر مبنی ہوں تو وہ اعتدال کی شاہراہ "سَوَآءِ السَّبِيْلِ" سے بھٹک کر خود بھی تباہ ہوتا ہے اور اپنے ساتھ پوری نسل کو بھی گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

غلوّ کی دوسری انتہائی خطرناک صفت اور اس کا حتمی انجام یہ ہے کہ یہ انسان سے توحیدِ باری تعالیٰ کا خالص اور شفاف تصوّر سلب کر لیتا ہے۔ جب انسان انبیاء، اولیاء یا بزرگوں کے مقام اور مرتبے کو بیان کرنے میں اعتدال کا ہاتھ چھوڑ کر مبالغہ آرائی اختیار کرتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ ان مقدس وجودوں میں الٰہی صفات تلاش کرنے لگتا ہے۔ انسان پہلے شخصیات کو ان کے اصل انسانی اور عبدیت کے مقام سے اٹھا کر انتہائی بلندی پر لے جاتا ہے اور بالآخر انہیں معبودِ حقیقی کے بالمقابل لا کھڑا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں اہلِ کتاب کو اِسی رویّے کے انجام سے سخت تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (النساء:172)

کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حدّ سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

حاضرین محترم! اس آیتِ مبارکہ کی فکری اور علمی حکمت یہ بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے عبدیت اور رسالت کے مقام سے بڑھا کر خدا یا خدا کا بیٹا قرار دینا ایک ایسا غلو تھا جس نے ذاتِ باری تعالیٰ پر ایک ایسا غیر حق اور جھوٹا دعویٰ منسوب کر دیا جو توحید کی بنیاد کے بالکل منافی تھا۔ پس غلو کا فساد صرف عقیدت تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ انسان کو ذاتِ الٰہی کے متعلق غلط بیانی اور شرکِ جلی و خفی کے مہلک جال میں جکڑ لیتا ہے۔

غلوّ کی تیسری صفت اور اجتماعی نقصان یہ ہے کہ یہ کسی بھی معاشرے یا امت کے اندر سے اعتدال، برداشت، توازن اور اتحاد کی روح کو ختم کر کے تعصّب، تنازع اور تکفیر کے بیج بو دیتا ہے۔ جب کسی فکری یا مذہبی گروہ میں غلوّ اور افراط پیدا ہو جائے تو وہ دوسروں کو اپنے خود ساختہ اور متشدّد معیاروں پر نہ پورا اترنے کی وجہ سے حقیر، گمراہ یا کافر قرار دینا شروع کر دیتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اس رویّے کو تنازع اور باہمی انتشار کا سرچشمہ قرار دیا ہے جس کے نتیجے میں قوموں کی اجتماعی شوکت، ہیبت اور الٰہی برکات سلب ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال:47)

یعنی آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

معزز سامعین! اس آیتِ مبارکہ کے گہرے ربط پر غور فرمایئے! جب انسان معمولی اختلاف یا نیکی کے جذبے کو غلوّ کی حدّ تک لے جاتا ہے تو اس کے اندر سے "صبر" یعنی اعتدال، میانہ روی اور ظرف کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ وہ اَنا، تعصّب اور تشدّد کا شکار ہو کر اپنے ہی بھائیوں کے خلاف صف آرا ہو جاتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے اندر سے روحانی طاقت، طمانیت اور الٰہی برکات سلب ہو جاتی ہیں اور وہ جماعت یا قوم اندر سے کھوکھلی ہو کر ناکامی کا شکار ہو جاتی ہے۔

غلوّ کی چوتھی صفت یہ ہے کہ یہ انبیاء، مرسلین اور اولیاء کی بعثت کی اصل غرض وغایت اور ان کی حقیقی تعلیمات کو ہی مسخ کر ڈالتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس لیے مبعوث کیے جاتے ہیں کہ انسان ان کا عملی اسوہ دیکھ کر خود اخلاقِ فاضلہ اختیار کرے اور خدا کی سچی عبودیت میں غرق ہو جائے۔ لیکن غلوّ کا شکار ہونے والے لوگ انبیاء کی حقیقی پیروی کرنے کے بجائے ان کی ذات کو پتھر کے بتوں کی طرح معبود بنا لیتے ہیں اور یوں اتباع کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کی سورۃ الفاتحہ کی آیت "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی روشنی میں اس صفت کا قرآنِ کریم کی آیاتِ انعام کے ساتھ گہرا اور جلی ربط ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ انعام یافتہ بندے اس لیے بھیجے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کے رنگ میں رنگین ہوں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (النساء:70)

کہ جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیہ کریمہ کا روح پرور پیغام یہ ہے کہ انعام یافتہ وجود بنی نوع انسان کی رفاقت، ان کی عملی اصلاح اور ان کو اپنے جیسا خدا رسیدہ بنانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن غلوّ کرنے والے ان با اخلاق اور پاکیزہ ہستیوں کو بت بنا کر ان کی عبادت میں مگن ہو جاتے ہیں اور ان کے کمالات اور صفات سے خود محروم رہ جاتے ہیں۔ پس غلوّ انسان سے عمل کی روح چھین کر محض کھوکھلی شخصیت پرستی، پیر پرستی اور بت پرستی کا غلاف اوڑھا دیتا ہے۔

سامعین! مذکورہ بالا تمام قرآنی دلائل اور آفاقی صفات سے یہ بات سو فیصد ثابت ہوتی ہے کہ غلوّ محض کوئی معمولی اخلاقی عیب یا معمولی لغزش نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا ہولناک اور مہلک روحانی مرض ہے جو انسان کے ایمان، توحید، اخلاص اور عمل کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ یہ انسان کو حق کے دائمی اعتدال سے دور کرتا ہے، ذاتِ باری تعالیٰ میں شرک کا راستہ کھولتا ہے، امت کی اجتماعیت کو پاش پاش کر کے الٰہی برکات کو سلب کر لیتا ہے اور انبیاء و اولیاء کے نزول کے اصل مقصد کو ہی ناکام بنا دیتا ہے۔ یہی وہ فکری بنیاد ہے جس کی بنا پر شریعتِ اسلامیہ نے ہر قدم پر صراطِ مستقیم، میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہنے کو فرض قرار دیا ہے تاکہ مؤمن افراط اور تفریط کی تمام تباہ کاریوں سے محفوظ رہ کر خدا تعالیٰ کے توحیدی نور سے منور ہو سکیں۔

معزز حاضرین!

قرآنِ کریم کے اس آفاقی اور حکمت سے لبریز فلسفۂ اعتدال کے بعد، جب ہم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامینِ عالیہ اور سنتِ مطہرہ کا عمیق مطالعہ کرتے ہیں، تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ میں امّت کو غلوّ کے ہولناک فتنوں، اس کی باریکیوں اور اس کی دنیا و آخرت میں تباہ کاریوں سے نہایت شدّت کے ساتھ خبردار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عقائد اور شخصیات کے معاملے میں مبالغہ آرائی سے روکا، بلکہ عبادات اور عام زندگی کے اعمال میں بھی حدّ سے زیادہ سختی اور شدّت اختیار کرنے کی سخت ممانعت فرمائی۔

سامعین محترم! سنتِ نبویہ کا بنیادی جوہر یہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل اور عقیدے میں خدا اور اس کے رسول کی مقرّر کردہ حدود کا پابند رہے، کیونکہ شریعت کی حدّ سے ذرا برابر بھی آگے بڑھنا بذاتِ خود ایک گناہ اور گمراہی بن جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شخصیات کے بارے میں افراط اور تفریط کے رویّوں کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اعتدال پر قائم رہنے کی سیدھی راہ دکھائی۔

اس ضمن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے پوری امّت کو متنبہ کرتے ہوئے عمومی قاعدہ بیان فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ

(سنن النسائی)

کہ دین میں غلوّ سے بچو! کیونکہ تم سے پہلی امّتوں کو دین میں غلوّ اور حد سے تجاوز کرنے ہی نے ہلاک کیا۔

پھر اپنی ذاتِ مبارکہ کے متعلق بھی امّت کو غلوّ سے روکتے ہوئے اور اعتدال پر قائم رکھتے ہوئے فرمایا:

لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ

(صحیح البخاری)

یعنی میری تعریف میں اس طرح حد سے نہ بڑھو جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعظیم میں حد سے تجاوز کیا، مَیں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو اور جو لوگ نیکی یا عبادات کے نام پر حد سے بڑھ کر باریک بینی اور سختی اختیار کرتے ہیں، ان کے انجام کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ تکرار کے ساتھ فرمایا:

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ

(صحیح مسلم)

کہ دین میں غلو کرنے والے، حد سے بڑھنے والے اور سختی پسند لوگ ہلاک ہو گئے!

عزیز ساتھیو!

شخصیات کے معاملے میں افراط اور تفریط کی اسی حقیقت کو واشگاف کرنے کے لیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر یہ عظیم الشان پیش خبری فرمائی:

إِنَّ فِيكَ مَثَلًا مِنْ عِيسَى، أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ، وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ

(مسند احمد بن حنبل)

کہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی سی ہے جن سے یہودیوں نے اتنا بغض کیا کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھ دیا اور عیسائی لوگ آپ کی محبت میں اس قدر بڑھ گئے کہ انہوں نے آپ کو وہ مقام دے دیا جو کہ ان کا مقام نہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکمت بھری تعلیم کو حرزِ جان بناتے ہوئے، آگے چل کر خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلوّ کی تباہ کاریوں کو بیان کرتے ہوئے اپنا یہ تاریخی فرمان جاری فرمایا:

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ، وَمُبْغِضٌ قَالٍ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى أَنْ يَبْهَتَنِي

(مسند احمد بن حنبل)

کہ میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہوں گے: ایک وہ جو محبت میں غلوّ کر کے مجھے وہ مقام دیں گے جو کہ میرا مقام نہیں ہے اور دوسرے وہ لوگ جو مجھ سے بغض رکھیں گے اور میری دشمنی میں مجھ پر بہتان باندھیں گے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کمال حکمت سے امّت پر یہ حقیقت واضح فرمائی کہ انسان دو طریقوں سے ہلاکت کا شکار ہوتا ہے: ایک بغض اور دشمنی میں حد سے بڑھ کر بہتان تراشی کرنا، جسے "تفریط" کہتے ہیں، اور دوسرا محبت، عقیدت اور مدح سرائی میں حد سے گزر کر غیر واقعی مقام دینا، جسے "افراط" یا "غلوّ" کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غلوّ کیا اور انہیں معبودِ حقیقی بنا بیٹھے اور دوسری طرف یہودیوں نے بغض میں حد توڑ کر ان کا انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ مؤمن کا کام ان دونوں ہلاکت انگیز انتہاؤں سے بچ کر صراطِ مستقیم اور اعتدال کو اختیار کرنا ہے۔

تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو یہ المناک واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ جب مسلم امّت میں غلوّ داخل ہوا تو شیعہ اور سُنی دو بڑے گروہوں کی صورت میں افراط اور تفریط کے دروازے کھل گئے۔ اگر ایک فریق نے غلوّ سے کام لیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کو غیر معمولی بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور دوسرے کبار صحابہ اور خلفائے راشدین کے مقام کو ظلم کرتے ہوئے گرانے کی کوشش کی، تو دوسرے فریق نے بھی جواباً کمی نہ کی۔ یوں دونوں طرف سے غلوّ کی بنیاد پر تکفیر کے فتوے لگائے گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابتدائی زمانے میں بے انتہا قربانیاں دیں، ان کے عالی شان مقام کو گرانے سے بھی گریز نہ کیا گیا۔

سنتِ مطہرہ کا ہر عمل ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ نیکی ہو یا عقیدت، وہ تبھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے جب وہ اسوۂ نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہو۔ بعض اوقات انسان نیکی کے جذبے میں اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی عقل یا جذبات کو الہامی احکام سے بھی مقدّم سمجھنے لگتا ہے۔ لیکن سنتِ نبوی فرماتی ہے کہ امام کی پیروی اور شریعت کے احکام کے اندر رہ کر عمل کرنا ہی اصل نیکی ہے۔

عزیز حاضرین! حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے: "اَلْإِمَامُ جُنَّةٌ" یعنی امام ڈھال ہے۔ اگر کوئی شخص نیکی یا جوش کے نام پر امام سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا، اپنے نقطۂ نظر کو زبردستی مسلّط کرے گا یا موقع محل کی حکمت کو نظر انداز کر کے افراط کا مظاہرہ کرے گا تو وہ سنت سے ہٹ کر فتنہ اور فساد کا باعث بنے گا۔ سنتِ نبوی ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اصل نیکی اپنی مرضی کا جوش دکھانے میں نہیں بلکہ اطاعت، میانہ روی، حکمت اور حفظِ مراتب کو برقرار رکھنے میں ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور آپ کی احادیثِ مبارکہ پکار پکار کر یہ اعلان کر رہی ہیں کہ دینِ اسلام میں غلوّ، جذباتی مبالغہ آرائی، کٹرپن اور عدم برداشت کی کوئی گنجائش نہیں۔ انبیاء، صحابہ اور اولیاء کا احترام ان کے حقیقی مرتبے کے مطابق کرنا ہی ایمان کا تقاضا ہے اور یہی وہ شاہراہِ سنت ہے جو انسان کو ہلاکت کے گڑھوں سے بچا کر خدا تعالیٰ کی رضا کے قائم دائم راستے پر گامزن رکھتی ہے۔

محترم سامعین! قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ کے ان روشن اور غیر متزلزل اصولوں کے بعد، جب ہم اس آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مامور، یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود اور مہدیٔ مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کے معارف اور خلفائے احمدیت کی بصیرت افروز تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں، تو غلوّ کے اس مہلک فتنے سے بچاؤ اور اعتدالِ حقیقی کا شفاف ترین تصوّر ہمارے سامنے مجسّم ہو کر آجاتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی دنیا کو درپیش تمام بدعات، پیر پرستی، شخصیات کی حد سے زیادہ تعظیم اور تفریط و افراط کے امراض کا روحانی اور عقلی علاج پیش فرمایا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۃ الفاتحہ کی آیت "اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ" کی شرح بیان کرتے ہوئے شرک کی باریک راہوں اور غلوّ کے خطرناک اسباب پر سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"پھر جان لو کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ کی آیت میں نفوس کو شرک کی باریک راہوں سے پاک کرنے اور ان راہوں کے اسباب کو مٹانے کی طرف عظیم اشارہ پایا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس آیت میں نبیوں کے کمالات کے حاصل کرنے اور ان کے دروازوں کو کھولے جانے کی استدعا کی ترغیب دی ہے کیونکہ زیادہ تر شرک نبیوں اور ولیوں کے متعلق غلو کرنے کی وجہ سے دنیا میں آیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے نبی کو ایسا یکتا اور منفرد اور ایسا وحدہٗ لاشریک گمان کیا جیسے ذات ربّ العزت ہے ان کا مآل کار یہ ہوا کہ انہوں نے کچھ مدت کے بعد اُسی نبی کو خدا تعالیٰ کے مقابلے پہ لائے اور معبود بنا لیا۔ اسی طرح مبالغہ آرائی کرنے اور حد سے بڑھنے کی وجہ سے عیسائیوں کے دل بگڑ گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اسی فساد اور گمراہی کی طرف اشارہ فرماتا ہے اور اس طرف بھی اشارہ فرماتا ہے کہ انعام پانے والے لوگ یعنی رسول، نبی اور محدث اس لئے مبعوث کئے جاتے ہیں کہ لوگ ان بزرگ ہستیوں کے رنگ میں رنگین ہوں، نہ اس لئے کہ وہ ان کی عبادت کرنے لگیں اور انہیں بتوں کی طرح معبود بنالیں۔ پس ان بااخلاق پاکیزہ صفات والی ہستیوں کو دنیا میں بھیجنے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کا ہر متبع ان صفات سے مُتصف ہو نہ یہ کہ انہیں کو پتھر کا بت بنا کر اس پر ماتھا رگڑنے والا ہو۔"

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 89)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان کس قدر گہری حقیقت پر مبنی ہے! آپ علیہ السلام نے کھول کر بیان فرمادیا کہ جب دنیا انعام یافتہ ہستیوں کی پیروی اور ان کے رنگ میں رنگین ہونے کے اصل مقصد کو بھلا دیتی ہے تو وہ عقیدت کی آڑ میں غلوّ کا شکار ہو کر انہی وجودوں کو خدا کے بالمقابل لا کھڑا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ولی بنو، ولی پرست نہ بنو، اور پیر بنو، پیر پرست نہ بنو!

اسی طرح صراطِ مستقیم اور اعتدال کی تعریف بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

"حقیقی نیکی پر قدم مارنا صراط مستقیم ہے اور اسی کا نام توسّط اور اعتدال ہے کیونکہ توحید فعلی جو مقصود بالذات ہے وہ اسی سے حاصل ہوتی ہے اور جو شخص اس نیکی کے حاصل کرنے میں متساہل رہے وہ درجہ تفریط میں ہے اور جو شخص اس سے آگے بڑھے وہ افراط میں پڑتا ہے۔ ہر جگہ رحم کرنا افراط ہے کیونکہ محل کے ساتھ بے محل کا پیوند کر دینا اصل پر زیادتی ہے اور یہی افراط ہے اور کسی جگہ بھی رحم نہ کرنا یہ تفریط ہے کیونکہ اس میں محل بھی فوت کر دیا...وضع شے کا اپنے محل پر کرنا یہ توسّط اور اعتدال ہے کہ جو صراط مستقیم سے موسوم ہے جس کی تحصیل کے لئے کوشش کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض کیا گیا ہے اور اس کی دعا ہر نماز میں بھی مقرر ہوئی ہے جو صراط مستقیم کو مانگتا رہے کیونکہ یہ امر اس کو توحید پر قائم کرنے والا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13 فروری 2009ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان واضح کرتا ہے کہ وضع شے کو اپنے اپنے موقع اور محل کے مطابق کرنا ہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی توحید پر قائم رکھنے کا ضامن ہے۔ اگر انسان سستی دکھائے گا تو تفریط میں پڑے گا اور اگر جوش میں آکر موقع محل کا لحاظ کیے بغیر حدّ سے آگے بڑھے گا تو افراط کا شکار ہو جائے گا۔

شخصیات کے مقام اور تعظیم کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسا سنہرا اصول بیان فرمایا ہے جو سچائی کے اظہار اور غلوّ کے فرق کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام، جماعت میں انتہائی بلند اور بالا مقام تھا، وہ ایک عظیم ولی اللہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بڑی تعریف فرمائی اور ان کی قربانیوں کو سراہا، مگر اس تعظیم میں بھی اعتدال کا دامن قائم رکھا گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بیشک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی تعریف فرمائی۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی بڑی تعریف فرمائی۔ مگر قرآن اس لئے نہیں اترا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت قائم کی جائے۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں یہ کہیں ذکر آتا ہے کہ ہم نے تجھے اس لئے مبعوث کیا ہے کہ تُو نورالدین کی عزت قائم کرے۔ ہاں جو سچائی اور حقیقت تھی اس کا آپ نے اظہار کر دیا... حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیماری کے باوجود اٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مولوی صاحب کو تحریک کر کے یہاں لایا ہے اور اب ہزاروں لوگ ان سے فائدہ

اٹھا رہے ہیں۔ اگر مولوی صاحب یہاں نہ آتے تو ان لوگوں کا کس طرح علاج ہوتا۔ پس مولوی صاحب کا وجود بھی خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ یہ شکر گزاری تھی لیکن غلو نہیں تھا۔"

(ماخوذ از الفضل 2 اگست 1956ء)

میرے عزیز ساتھیو!

اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کو بھی اجاگر فرمایا کہ بعض دفعہ انسان نیکی کے جوش میں افراط کا شکار ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان اپنی زندگی کے فیصلے قرآن، حدیث اور سنت کے عین مطابق کرنے کے بجائے محض جذباتی رویے یا خوابوں اور بشارتوں کو غیر معمولی اور غلط اہمیت دینے لگے تو وہ نیکی کے نام پر غلوّ کرنے لگتا ہے۔ انسان کو اپنی جان پر بھی ظلم نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی شریعت کے احکام سے باہر نکلنا چاہیے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے احمدیت کی یہ روشن تعلیمات ہمیں سبق دیتی ہیں کہ دین میں حقیقی ترقی شکر گزاری، تحفظِ مراتب، سچائی کے اظہار اور میانہ روی میں ہے، نہ کہ جذباتی مبالغہ آرائی اور غلو میں! ہمارے معاشرے میں اپنے افسروں کو خوش کرنے اور اپنے حق میں فیصلہ لینے کے لئے اُس کی تعریف و توصیف میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے جو مناسب نہیں یہ امر بھی غلوّ میں زُمرے میں آتا ہے۔

واجب الاحترام سامعین!

اس کلامِ الٰہی، اسوۂ نبوی اور ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے احمدیت کے بعد، جب ہم موجودہ دور کے زوال پذیر حالات کا جائزہ لیتے ہیں اور ہمارے پیارے امام، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ مبارکہ اور بصیرت افروز ارشادات کی روشنی میں غور کرتے ہیں، تو یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوتی ہے کہ دورِ حاضر میں "غلوّ سے اجتناب" کی ضرورت و اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔

آج دنیا اور بالخصوص اسلامی دنیا افراط اور تفریط کے خوفناک طوفانوں میں گھری ہوئی ہے۔ ایک طرف مذہب کے نام پر تشدّد، شدّت پسندی اور تکفیر کے فتوے ہیں، تو دوسری طرف عقیدت کے نام پر پیر پرستی، اندھا اعتقاد اور شخصیات کے مقام میں حدّ سے تجاوز کا بازار گرم ہے۔ ایسے پُر فتن دور میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہماری راہنمائی فرماتے ہوئے ہمیں حفظِ مراتب پر قائم رہنے اور صراطِ مستقیم اختیار کرنے کی سخت ہدایت دیتے ہوئے بزرگانِ دین کی تعظیم اور ان کے حقیقی مرتبے کے تحفّظ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ہمارا ایمان ہے کہ بزرگوں اور اہل اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے لیکن حفظِ مراتب بڑی ضروری شئ ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ حدّ سے گزر کر خود ہی گناہگار ہو جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نبیوں کی ہتک ہو جائے۔ وہ شخص جو کہتا ہے کہ کُل انبیاء علیہم السلام حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت سے نجات پائیں گے اُس نے کیسا غلوّ کیا ہے جس سے سب نبیوں کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13 نومبر 2015ء)

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ جب انسان تعظیم کے نام پر غلوّ کرتا ہے اور حفظِ مراتب کو بھول جاتا ہے تو وہ نہ صرف خود گناہگار ہوتا ہے بلکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کی ہتک کا باعث بنتا ہے۔ انسان کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وجود کا اپنا ایک مقام اور مرتبہ ہے اور اسے اسی مرتبے تک رکھنا ہی عینِ عدل اور انصاف ہے۔

اسی طرح حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمارے اندرونی معاشرتی رویّوں، اندھے اعتقادات اور پیر پرستی کی صورت میں ظاہر ہونے والے غلوّ کی پُر زور مذمّت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے استخاروں اور دعاؤں کو ایک کاروبار بنالیا ہے، جہاں لوگ پانچ چھ گھنٹوں میں استخارہ کر کے اپنی مرضی سے رشتے کرواتے ہیں اور نقصان ہونے پر لوگوں کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔ حضورِ انور فرماتے ہیں کہ یہ اندھا اعتقاد صرف اس لیے پیدا ہوتا ہے کیونکہ لوگ خود دعائیں نہیں کرتے، خود نمازوں کے پابند نہیں ہوتے اور ایسے کاروباری لوگوں پر تکیہ کرنے لگتے ہیں۔ احمدیوں کو اس قسم کے ہر غل، بدعت اور پیر پرستی سے سختی سے بچنا چاہیے۔

میرے عزیزو! موجودہ دَور میں جماعت کی حفاظت اور ہر قسم کے غلوّ سے بچاؤ کی واحد ترین کلید نظامِ جماعت اور اطاعتِ امام سے وابستہ رہنا ہے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ بسا اوقات بعض لوگ نیکی کے جوش میں یا نیکی کو اپنے سر پر سوار کر کے جماعتی حکمتِ عملی اور خلیفہ وقت کے فیصلوں سے آگے بڑھنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیکی کر رہے ہیں لیکن چونکہ وہ موقع اور محل کے حکمت بھرے فیصلوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتے ہیں، اس لیے وہ افراط کا شکار ہو کر باقی افرادِ جماعت اور معاشرے کے لیے مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں۔

اسی لیے حدیثِ نبوی ''اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ'' کو مدّ نظر رکھتے ہوئے، خلیفہ وقت کے فیصلے کے پیچھے رہنا اور اپنی مرضی، ذاتی جوش اور جذباتی مبالغے سے پرہیز کرنا ہی وہ مضبوط ڈھال ہے جو کسی بھی مؤمن کو افراط اور تفریط کی تمام آفتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

آیئے! ہم سب مل کر یہ عزم کریں کہ ہم اپنی ذاتی واجتماعی زندگیوں، عقائد، عبادات اور رویوں میں ہمیشہ صراطِ مستقیم، اعتدال اور میانہ روی کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں گے۔ ہم انبیاء، صحابہ اور تمام بزرگانِ دین کی تعظیم ان کے اصل حفظِ مراتب کے مطابق کریں گے اور کسی بھی معاملے میں غلوّ، مبالغہ آرائی، تشدّد اور بدعات کے پاس بھی نہیں پھٹکیں گے۔ یہی وہ درمیانی اور متوازن راستہ ہے جو ہمیں توحیدِ باری تعالیٰ پر قائم رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی دائمی رضامندی، فضل اور برکات کا وارث بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعتدال کی شاہراہ پر گامزن رہنے اور ہر قسم کے غلوّ سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)